إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

غلام احمد قادیانی

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL

QADIAN

# الفضل

اخبار ہفتہ میں تین بار فی پرچہ تین پیسے

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۸ شش ماہی سہ ماہی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۴۲ — مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۵ء — یوم پنجشنبہ — مطابق ۲ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ — جلد ۱۲



Digitized by Khilafat Library Rabwah


## مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ حضور نے ہفتہ میں دو بار مردوں میں بھی درس قرآن کریم جاری کرنے کا ارادہ فرمایا ہے ؎

حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دینے کے علاوہ مدرسہ احمدیہ کے طلباء کو عربی بھی پڑھاتے ہیں ؎

جناب حافظ روشن علی صاحب نے ۲۲ جون سے قرآن کریم کا درس شروع فرما دیا ہے ؎

جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب لاہور سے تشریف لے آئے ہیں ؎

## تحریک چندہ ایک لاکھ اور جماعت احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت سے تین ماہ کے عرصہ کے اندر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ مہیا کرنے کا جو مطالبہ کیا ہے۔ اس کے نتیجہ کا اعلان ہونے میں صرف چند دن باقی رہ گئے ہیں۔ یعنی ۳۰ جون کے بعد اعلان ہو جائے گا۔ اور پھر کسی کو اس تحریک میں حصہ لینے کا موقعہ نہ مل سکیگا۔ کیا احباب یہ پسند کرینگے۔ کہ اس کار خیر میں ان کا نام شامل نہ ہو۔ اگر نہیں تو اس میعاد کے ختم ہونے سے پہلے پہلے شمولیت اختیار کر لیں۔ اسوقت ان کا تھوڑے سے تھوڑا حصہ لینا بھی قبول کر لیا جائے گا لیکن بعد میں اگر وہ بہت بڑی رقم بھی اس مد میں دینا چاہینگے۔ تو غالباً منظور نہ ہو گی ؎

تمام احمدی جماعتوں کے ذمہ وار اصحاب کو چاہیئے۔ کہ ۳۰ جون کے آنے سے پہلے پہلے اس امر سے ہر ایک احمدی کو آگاہ کر دیں۔ تا کوئی شخص لاعلمی کی وجہ سے اس ثواب عظیم سے محروم نہ رہ جائے ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# علاقہ ارتداد میں احمدی مبلغین کی مساعی جمیلہ

## ایک احمدی ملکانہ کا اخلاص

پچھلے دنوں موضع سانڈھن ضلع آگرہ میں مخالفین نے باؤلال ہنس صاحب (احمدی) ملکانہ کے مکان کو آگ لگا کر سخت نقصان پہنچایا تھا۔ مکان کے علاوہ ان کا مال و اسباب بھی ضائع ہو گیا تھا۔ اس حادثہ کے متعلق ان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ڈاکٹر نور احمد صاحب احمدی مبلغ نے ستر روپے بطور امداد پیش کئے۔ مگر باوا صاحب نے ان کے لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ میں بھوکا ننگا نہیں۔ میرا کوئی نرالی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ دنیا میں مشکلات اور تکالیف ہر شخص کو پیش آتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی باوا صاحب نے یہ بھی کہا۔ میں چاہتا ہوں۔ میرے پاس روپیہ ہو تو میں سلسلہ کی خدمت کروں ؛

اس سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ احمدی مبلغین کی مساعی سے خدا تعالےٰ نے ملکانوں میں کیسا اخلاص پیدا کر دیا ہے۔ یہ وہی ملکانے ہیں۔ جنہیں ہم نے ایک ایک دو دو روپے کی خاطر مرتد ہوتے بچشم خود دیکھا۔ اور بعض تو ایک وقت پیٹ بھر کے دال پوڑہ کھا لینے پر جنیو پہن لیتے تھے۔ کہ انہی میں کے ایک شخص کو اس کے گھر جا کر ایک احمدی مبلغ ستر روپے پیش کرتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں پیش کرتے ہیں۔ جبکہ دشمنوں نے محض عداوت اور شرارت کی وجہ سے اس کا مکان جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور اثاث البیت بھی پاس نہ رہنے دیا۔ مگر وہ نہ صرف ان روپوں کے لینے سے انکار کرتا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ میرا جی چاہتا ہے۔ اگر میرے پاس کچھ ہو۔ تو میں دین کی خدمت کے لئے دوں۔

کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ جب انسان کے اندر نور ایمان داخل ہو جائے۔ تو پھر خدا کی راہ میں جو تکالیف اسے پیش آئیں۔ انہیں بھی راحت سمجھتا ہے۔ اور خدا کے فضل سے احمدی مبلغین ملکانوں میں ایسے ہی انسان پیدا کر رہے ہیں ؛

## تصحیح

صیغہ دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے ایک نقشہ مطبوعہ کے ہمراہ ایک مطبوعہ چٹھی سکرٹری صاحبان تبلیغ [illegible] کی ارسال کی گئی تھی۔ اس چٹھی [illegible] کی عبارت غلط چھپ گئی ہے۔ [illegible] میں ان حصول نام لکھیں۔ جو مبلغ کے زیر تبلیغ ہیں۔ اور جنکو مارچ ۱۹۲۶ء کے آخر تک مبلغ نے زیر تبلیغ رکھا ہے۔ احباب اسکے مطابق رجسٹر مطبوعہ تیار کریں۔ (ناظر دعوۃ و تبلیغ)

# الفضل کا آخری ہفتہ

## تیرھویں جلد شروع ہونے سے پہلے پہلے دو ہزار مزید خریدار کا مطالبہ

خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس مہینہ کے اخیر پر الفضل کی بارھویں جلد ختم ہو گی۔ اور یکم جولائی سے تیرھویں جلد کا آغاز ہو گا۔ بارھویں جلد کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح کے سفر انگلستان کے حالات درج ہیں۔ اور اسی جلد سے الفضل بجائے ۱۸×۲۲ کے ۲۰×۲۶ تقطیع پر چھپنے لگا۔ اور بجائے ہفتہ میں دو بار کے تین بار کیا گیا۔ اس طرح پر اخراجات پہلے سے ڈیوڑھے ہو گئے۔ مگر آمدنی کی یہ صورت نہیں۔ نومبر ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح کی لنڈن سے واپس تشریف آوری پر الفضل کی جتنی اشاعت تھی۔ اب اس سے دو ہزار کم ہو گئی ہے۔ حالانکہ امید یہ کی جاتی تھی۔ کہ اشاعت بڑھ جائے گی۔ نظر بریں حالات۔

میں اپنے معزز کرم فرما احباب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ الفضل کی بارھویں جلد کے آخری ہفتے کو الفضل کے لئے خریدار بڑھانے میں خصوصیت سے لگائیں۔ اور یہ دو ہزار کی کمی پوری کر دیں۔ تا کہ آمدنی اخراجات کے مطابق ہو سکے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ہمیں حالات سے مجبور ہو کر الفضل کو پھر ہفتہ میں دو بار کرنا پڑے۔ حالانکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں۔ کہ الفضل ۲۲×۲۹ تقطیع پر چھپا کرے۔ اور جلد روزانہ ہو جائے۔ کاروباری اصحاب اپنے اپنے اشتہار بھجوائیں۔ کہ یہ بھی ایک طریق امداد ہے۔ جو صاحب پانچ خریدار ایک سال تک یکمشت پیشگی قیمت دینے والے مہیا فرمائیں گے۔ ان کی خدمت میں ایک سال تک اخبار مفت جاری رہے گا۔ باقی ہم ہر ممکن رعایت کے دینے کو تیار ہیں۔ خریدار بجائے سالانہ کے ششماہی۔ سہ ماہی چندہ ادا کر سکتے ہیں۔ البتہ بغیر وصول پیشگی اخبار جاری نہیں رہ سکتا۔ میں آخر میں ایک بار پھر احباب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمت مردانہ اور جوش مومنانہ سے [illegible] ان کے نام نامی خصوصیت سے الفضل کے کالموں میں بہ فہرست معاونین شائع ہونگے ؛

(خاکسار منیجر الفضل)

# افغانستان کے مال پر اٹلی کا قبضہ

حکومت اٹلی نے سلطنت کابل کو جو الٹی میٹم دیا ہے۔ اس پر کابل کے حمایتی مسلمان اخبار جہاں اٹلی کو گالیاں دے رہے اور برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ وہاں اس بنا پر اطمینان اور [illegible] کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ کہ اٹلی کسی طرف سے کابل پر حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اخبار ہمدم (۲۰ جون) لکھتا ہے:
"افغانستان کے پاس کوئی ساحلی علاقہ نہیں ہے۔ جہاں اٹلی جنگی جہاز بھیج کر اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکے"۔ اخبار "زمیندار" (۲۱ جون) لکھتا ہے "مسولینی ان مطالبات کے لئے میدان جنگ میں نہیں اتر سکتا۔ اور افغانستان کوئی کارفو نہیں ہے۔ جہاں مسولینی اپنے بے حقیقت جہاز لیکر پہنچ جائے اور گولہ باری شروع کر دے"۔

اسی بنا پر "زمیندار" نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے۔ کہ اٹلی کو "غیور منظم اور شیر دل افغانوں کے مقابلہ کی کیا جرأت ہو سکتی ہے"۔

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اٹلی نے یوں ہی الٹی میٹم نہیں دیا بلکہ وہ ایسے طریق استعمال کرنے کی کوشش بھی کر رہا ہے جن سے کابل پر اثر پڑ سکے۔ چنانچہ روم دار السلطنت اٹلی کی ۱۸ جون کی خبر ہے۔ کہ "اطالیہ کے نائب سکرٹری امور خارجہ نے آج دار العوام میں اعلان کیا ہے۔ کہ حکومت نے افغانستان بنک کی تحویل میں جو روپیہ تھا۔ اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور افغانستان کو جو اسلحہ سے لدا ہوا جہاز جا رہا تھا۔ اس کو ضبط کر لیا ہے"۔

اگر افغانستان ایسا ہی "غیور اور بہادر" ہے۔ جیسا "زمیندار" نے لکھا ہے۔ تو اب ظاہر ہو جائے گا۔ کہ اٹلی کے مقابلہ میں وہ کیا کرتا ہے۔ آیا میدان جنگ میں آنے کی جرأت کرتا ہے یا گھر میں بیٹھا اپنی خیر مناتا ہے۔ اگر افغانستان میں کچھ غیرت ہوتی۔ تو وہ ان ذلت آمیز مطالبات پر ہی اعلان جنگ کر دیتا۔ جو اٹلی نے اس سے کئے ہیں۔ اور اب جبکہ اس کا مال ضبط کر لیا گیا ہے۔ اور اٹلی علی الاعلان کہہ رہا ہے۔ کہ جو کچھ اس سے ہو سکے گا۔ وہ کرنے سے باز نہیں رہیگا۔ تو افغانستان کو یہ دعوت جنگ قبول کر لینی چاہیئے۔ تا اس کی طاقت اور قوت دنیا پر ظاہر ہو سکے۔ مگر وہ سمجھتا ہے۔ مقابلہ ایک حکومت سے ہے۔ نہ کہ غریب اور بے کس احمدیوں کے ساتھ ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الفضل
بسم اللہ الرحمن الرحیم
یوم پنجشنبہ - قادیان دارالامان - ۲۵ جون ۱۹۲۵ء

# کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے؟

## قرآن شریف اور قتل مرتد

(نمبر ۱۰)

(حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے کے قلم سے)

### ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دینا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی کسی کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کسی کے سینہ کو اسلام کے قبول کرنے کے لئے نہ کھولدے۔ وہ اسے قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام۔ (انعام ع ۱۵) جس شخص کے متعلق خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے راہ راست دکھائے۔ اس کے سینہ کو قبول اسلام کے لئے کھولدیتا ہے ÷

پھر فرماتا ہے:۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین (قصص رکوع ۶) اپنی خواہش کے مطابق تم جس کو چاہو۔ ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہی راہ پر آنے والوں کے حال سے خوب واقف ہے۔

پھر فرماتا ہے:۔ ومنھم من یستمعون الیک افانت تسمع الصم ولو کانوا لا یعقلون ومنھم من ینظر الیک افانت تھدی العمی ولو کانوا لا یبصرون (یونس ع ۵) ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو تمہاری باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں۔ تو کیا تم ان بہروں کو سنا سکو گے۔ گو عقل نہ بھی رکھتے ہوں۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف بیٹھے تکتے ہیں۔ کیا تم ان اندھوں کو رستہ دکھاؤ گے گو ان کو کچھ بھی نہ سوجھ پڑتا ہو ÷

پھر ساتھ ہی اس امر کو بھی واضح فرماتا ہے کہ ہدایت کی توفیق نہ ملنا یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی ظلم نہیں۔ بلکہ یہ ان کے اپنے ہی اعمال کا ثمرہ ہے۔ جو ان کو ملتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً ولکن الناس انفسھم یظلمون۔ اللہ تو لوگوں پر ذرہ بھی ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خدا کی نافرمانیوں سے آپ ہی اپنے اوپر ظلم کیا کرتے ہیں ÷

غرض قرآن شریف کی مندرجہ بالا اور اسی مضمون کی اور بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہدایت ایک ایسی چیز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دینا چاہتا ہے۔ اسکے سینہ کو کھولدیتا ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ کسی کو اسلام میں داخل کرنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ یہ دل کا فعل ہے۔ اور کسی تلوار کی دھار اس دل تک نہیں پہنچ سکتی۔ جس کے ساتھ اسلام لانے یا نہ لانے کا تعلق ہے۔ وہ دل انسانی زد سے بہت دور ہے۔ نہ وہاں انسانی تلوار کام کر سکتی ہے اور نہ بندوق۔ کوئی ہاتھ نہیں۔ جو اس دل کو پھیر سکے۔ اور کوئی ہتھیار نہیں۔ جو اس پر اثر کر سکے۔

ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو۔ کہ اگرچہ ہدایت دینا ہمارے اختیار میں نہیں لیکن ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم اسباب کے کام میں۔ نتائج کا مرتب کرنا بیشک خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہم تدبیر اور سعی کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ ہاں۔ بے شک تم نے سچ کہا۔ مجھے اس امر سے پورا اتفاق ہے۔ اگرچہ ہدایت پانے کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مگر ہمارا بھی فرض ہے۔ کہ ہم لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ مگر مجھے بتاؤ۔ کہ وہ کونسے ذرائع ہیں۔ جو کسی کو حق کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ وہ کونسی نشتر ہے۔ جو انکھوں کے پردوں کو چیر سکتی ہے۔ وہ کس توپ کی گرج ہے۔ جو کانوں کی ڈاٹ کو دور کر سکتی ہے۔ وہ کونسی تلوار ہے۔ جو دل کی بند کھڑکی کو کھول سکتی ہے۔ کیا وہی تلوار جس کی نسبت مولوی شبیر حسین صاحب دیوبندی فرماتے ہیں۔ کہ آخر الحیل السیف اور جس کی نسبت مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں اس کو تلاش کرنا فضول ہے۔ اس کو ڈھونڈنا ہو۔ تو کابل کے اسلحہ خانہ میں تلاش کرو۔ اے اسلام کو بدنام کرنے والے مولویو! بتاؤ۔ کیا یہی تلوار دلوں کے بند قلعوں کو فتح کر سکتی ہے۔ کیا دلوں کے قفل کھولنے والی یہی چابی ہے۔ جو تمہارے ہاتھ میں دی گئی۔ کیا تسخیر قلوب کے لئے یہی خاص تدبیر ہے۔ جس پر تم کو ناز ہے۔ افسوس صد افسوس۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ وہ تلوار جس کی چوٹ دل پر لگتی ہے۔ وہ لوہے یا فولاد کی تلوار نہیں بلکہ وہ دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کی تلوار ہے۔ وہ نیزہ جو انسان کے سینہ کو چیرتا وہ لکڑی اور لوہے کا نیزہ نہیں۔ بلکہ وہ نیزہ ہے۔ جس کے چلانے کے لئے قرآن شریف کی اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ وقل لھم فی انفسھم قولاً بلیغاً (نساء رکوع ۹) ان سے ایسی باتیں کرو۔ جو اچھی طرح ان کے دلوں پر اثر کریں۔ وہ حربہ جس کے چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے۔ خود اسلام کی تعلیم ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا (الروم ع ۴) یعنے یہ دین کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اور فطرت انسانی پر وہی چیز اثر کر سکتی ہے۔ جو عین فطرت کے مطابق ہو۔ پس دشمن کے دل کو فتح کرنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار خود قرآن شریف ہے۔ اس نے وہ کام کیا۔ جو کوئی تلوار نہیں کر سکتی۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ کو دیکھو۔ وہ کس نیت کے ساتھ تلوار لے کر گھر سے نکلے تھے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ منزل مقصود تک پہنچیں۔ راستہ میں ہی ایک اور تلوار ان پر چل گئی۔ جس نے ایک آن میں ان کی سابقہ زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ وہ تلوار جس نے طرفۃ العین میں حضرت عمرؓ جیسے مستقل مزاج اور اولوالعزم انسان کو ایک عالم سے دوسرے عالم میں پہنچا دیا۔ وہ صرف قرآن شریف کی ایک سورۃ کی چند آیات تھیں۔ ان آیات نے فوراً اس بہادر مرد کے دل پر ایسا زبردست قبضہ کیا۔ کہ پھر وہ دل کبھی اس پنجہ سے نہ نکل سکا۔ اور وہ جو کسی شکار کی نیت سے نکلا تھا۔ خود شکار ہو گیا ÷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر یہ وہی تلوار ہے۔ جس کی عتبہ بن ربیعہ تاب نہ لا سکا۔ اور ابھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ حم السجدہ کی صرف ۱۴ آیات ہی پڑھی تھیں۔ کہ آپ کے منہ پر ہاتھ رکھکر کہنے لگا۔ "بس ہم آپ کے رشتہ دار ہیں۔ ہم پر رحم فرمادیں" اور پھر اٹھ کر گھر چلا گیا۔

یہ وہی تلوار تھی۔ جس نے اوس کے سردار سعد بن معاذ اور ایک اور سردار اسید نامی کو مغلوب کیا۔ یہ دونو سردار یکے بعد دیگرے حضرت مصعب رضؓ کو جسے ہجرت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ نکالنے کے لئے گئے۔ اور بہت غیظ و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن جب حضرت مصعب رضؓ نے ان کو قرآن شریف پڑھکر سنایا۔ تو ان دونوں سرداروں پر وہی اثر ہوا۔ جو مکہ میں چند سال قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ہوا تھا۔ اور وہ جو نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو نکالنے کے لئے داخل ہوئے تھے۔ اس مکان سے نہ نکلے۔ جب تک کہ انہوں نے غسل کر کے اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے قدموں میں بیٹھ کر کلمہ شہادت نہ پڑھ لیا۔

وہی تلوار اب بھی موجود ہے۔ مگر ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے ہاتھ میں طاقت نہیں۔ کہ اس کو چلا سکیں اس لئے آسمانی تلوار کو چھوڑ کر زمینی تلوار کی طرف جھک گئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ کسی کو ہدایت دینا ہمارے اختیار میں نہیں۔ اس لئے تلوار کے ذریعہ کسی کو اسلام کی طرف لوٹانے کی کوشش کرنا ایک بے سود فعل ہے۔

## ہمارا کام صرف پہنچا دینا ہے

اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں بار بار ہمیں سمجھاتا ہے۔ کہ ہمارا کام صرف پیغام پہنچانا ہے۔ کسی کو اسلام لانے کے لئے مجبور کرنا ہمارا کام نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا عَلَى الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلَاغُ (مائدہ۔ ع ۱۳) پیغمبر کے ذمہ صرف حکم خدا کا پہنچا دینا ہے اور بس۔

پھر فرماتا ہے۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علے رسولنا البلاغ المبین (مائدہ۔ رکوع ۱۲)

اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور نافرمانی سے بچتے رہو۔ پھر بھی اگر تم حکم خدا سے پھر بیٹھو گے۔ تو جانے رہو۔ کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو ہمارے حکموں کا صاف طور پر پہنچا دینا ہے اور بس۔

پھر فرماتا ہے۔ وقل للذین اوتوا الکتاب والامیین ءاسلمتم فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیک البلاغ واللہ بصیر بالعباد (آل عمران ع ۲)

اے پیغمبر۔ اہل کتاب اور عرب کے ان پڑھ لوگوں سے کہو۔ کہ تم اسلام لاتے ہو یا نہیں؟ پس اگر وہ اسلام لے آئیں۔ تو بے شک راہ راست پر پڑ گئے۔ اور اگر منہ موڑیں۔ تو اے پیغمبر تم پر حکم الہی کا پہنچا دینا ہے۔ اور بس اور اللہ بندوں کے حال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

پھر فرماتا ہے۔ وانما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب۔ (الرعد۔ ع ۶)

اے پیغمبر۔ عذاب وغیرہ کے جیسے جیسے وعدے ہم ان سے کرتے ہیں۔ چاہے بعض وعدے ہم تمہاری زندگی میں تم کو پورے کر کے دکھا دیں۔ اور چاہے ان وعدوں کے وقوع سے پہلے تم کو وفات دیدیں۔ بہر حال تمہارا کام ہمارے احکام کو پہنچا دینا ہے۔ اور ان سے حساب لینا ہمارا کام ہے۔

پھر فرماتا ہے۔ قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تھتدوا وما علے الرسول الا البلاغ المبین۔ (نور۔ ع ۷)

اے پیغمبرؐ۔ ان لوگوں سے کہو۔ کہ اللہ کا حکم مانو۔ اور رسول کا حکم مانو۔ پھر اگر تم خدا اور رسول کے حکم سے روگردانی کرو گے۔ تو جو ذمہ داری رسول پر ہے۔ اس کے جواب دہ وہ ہیں۔ اور جو ذمہ داری تم پر ہے۔ اس کے جواب دہ تم ہو۔ اور اگر رسول کے کہے پر چلو گے۔ تو راہ پر جا لگو گے۔ اور رسول کے ذمہ تو حکم خدا کا صاف طور پر پہنچا دینا ہے اور بس۔

پھر فرماتا ہے۔ وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علے الرسول الا البلاغ المبین۔ (عنکبوت۔ ع ۲)

اگر تم اس رسول کو جھوٹا سمجھو۔ تو تم سے پہلے بھی امتیں اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکی ہیں۔ اور رسول کے ذمہ تو حکم خدا کا صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔ اور بس۔

پھر فرماتا ہے۔ وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیئ نحن ولا آباؤنا ولا حرمنا من دونہ من شیئ۔ کذالک فعل الذین من قبلھم فھل علے الرسل الا البلاغ المبین۔ (نحل۔ رکوع ۵)

مشرکین کہتے ہیں۔ کہ اگر خدا چاہتا۔ تو نہ تو ہم ہی اس کے سوا کسی اور چیز کی پرستش کرتے۔ اور نہ ہمارے بڑے ہی کرتے اور نہ ہم اسکے حکم کے بدون اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔ تو پیغمبروں پر سوا اس کے کہ احکام خدا کو صاف طور پر پہنچا دیں۔ اور کچھ ذمہ داری نہیں۔

پھر سورہ یٰسین میں اللہ تعالےٰ تین رسولوں کا یہ قول نقل کرتا ہے۔ قالوا ربنا یعلم انا الیکم لمرسلون۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔ ان پیغمبروں نے کہا۔ ہمارا پروردگار علیم ہے۔ کہ ہم بے شک اسی کے بھیجے ہوئے تمہارے پاس آئے ہیں۔ اور ہمارا کام تو حکم خدا کا صاف پہنچا دینا ہے اور بس۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فان تولوا فانما علیک البلاغ المبین۔ (النحل۔ ع ۵) پھر اگر لوگ اتنے سمجھانے پر بھی منہ موڑیں۔ تو اے پیغمبرؐ۔ تمہارے ذمہ کھلے طور پر خدا کے حکم کا پہنچا دینا ہے۔ اور بس۔

پھر فرماتا ہے۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علے رسولنا البلاغ المبین (تغابن ع ۲)

لوگو اللہ کا حکم مانو۔ اور رسول کا حکم مانو۔ اور اگر تم روگردانی کرو۔ تو ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف طور پر ہمارے حکموں کا پہنچا دینا ہے۔ اور بس۔

پھر فرماتا ہے۔ فان اعرضوا فما ارسلناک علیھم حفیظا۔ ان علیک الا البلاغ۔ (شوریٰ۔ ع ۵)

اے پیغمبر۔ اگر یہ لوگ روگردانی کریں۔ تو ہم نے تم کو ان پر کچھ داروغہ بنا کر تو بھیجا نہیں۔ تمہارے ذمہ تو حکم الہی کا پہنچا دینا ہے۔ اور بس۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ رسول کا کام صرف یہی ہے۔ کہ وہ خدا کے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دے۔ اس کا یہ کام نہیں ہے۔ کہ وہ لوگوں کو اس کا پیغام قبول کرنے کے لئے مجبور کرے۔ اور رسول کی امت اپنے نبی کی تابع ہوتی ہے۔ پس اگر مجبور کرنا نبی کا کام نہیں۔ تو اس کے اتباع کا کس طرح ہو سکتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے۔ کہ مندرجہ بالا آیات صرف مکی ہی نہیں۔ بلکہ ان میں مدنی آیات بھی شامل ہیں۔ پس جس طرح مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کام صرف حکم الہی کا پہنچا دینا تھا۔ ایسا ہی مدینہ میں بھی اتنا ہی کام تھا۔ اور جبر کے ساتھ کسی کو دین میں داخل کرنا یا داخل ہونے کے بعد اس کو اسی دین میں رہنے پر مجبور کرنا آپ کا کبھی کام نہیں ہوا۔ اور نہ اس کی کوئی مثال آپ کے متعلق ملتی ہے۔ لیکن آج مسلمان کہلانے والے اور اسلام کے سب سے بڑے خیر خواہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام نے لوگوں کو جبراً مسلمان رکھنے ورنہ بے دریغ قتل کر دینے کا حکم دیا ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا *

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# خطبہ جمعہ

## اخلاق فاضلہ کی اہمیت اور ضرورت

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۹ر جون ۱۹۲۵ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے پچھلے خطبات جمعہ میں اخلاق فاضلہ کے متعلق بعض باتیں بیان کی ہیں۔ اور میں اسی مضمون کو ابھی جاری رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ آج

### سر درد کا دورہ

شروع ہے۔ جو مہینہ میں ایک دفعہ ہُوا کرتا ہے۔ اور اگر شدید ہو۔ تو تکیہ سے سر بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اور بولنے سے عموماً تکلیف زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے میں کچھ زیادہ نہ بیان کر سکوں گا۔ لیکن چونکہ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس مضمون کا تسلسل نہ ٹوٹے۔ گو اختصار کے ساتھ ہی کچھ بیان کروں۔ اس لئے آج بھی میں اسی مضمون کو لیتا ہوں۔

مگر اپنے مضمون کو شروع کرنے سے پہلے بہت خوشی سے اس بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ

### ہمارے سکول کے طلباء

نے میری نصیحت کے ماتحت فیصلہ کیا ہے۔ کہ آئندہ وہ سب شریعت کے حکم کے ماتحت ڈاڑھی رکھیں گے۔ اور سگرٹ نہیں پئیں گے۔ انہوں نے ایک مجلس کر کے یہ اقرار کیا۔ اور آئندہ اس بارے میں احتیاط کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہر انسان پر

### دو زمانے

آتے ہیں۔ ایک وہ جب کہ اس پر جبر کرنا جائز ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ جب جبر ناجائز ہو جاتا ہے۔ بچپن کا زمانہ ایسا زمانہ ہوتا ہے۔ کہ اس میں جبر جائز ہوتا ہے۔ بچہ کہتا ہے۔ میں پڑھنے نہیں جاؤں گا۔ مگر ماں باپ جبراً بھیج دیتے ہیں۔ بچہ کہتا ہے۔ میں دوائی نہیں پیوں گا۔ مگر ماں باپ زبردستی پلا دیتے ہیں۔ بچہ کہتا ہے۔ میں نہیں نہاؤں گا۔ مگر ماں باپ نہلا دیتے ہیں۔ تو بچپن میں ایک حد تک جبر جائز ہوتا ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ مگر بڑی عمر کے آدمی پر جبر جائز نہیں ہوتا۔ اسے کسی کام پر جبراً نہیں بھیج سکتے۔ سوائے اس کے کہ وہ معاہد ہو۔ یعنی اس نے یہ معاہدہ کیا ہو۔ کہ اتنا بدلہ لے کر فلاں کام کروں گا۔ اس صورت میں اس سے معاہدہ کا پورا کرانا جائز ہوگا۔ تو بچپن میں ہم جبر سے کام لے سکتے ہیں۔ مگر جبر میں وہ لطف نہیں۔ جو مرضی اور خوشی سے کام کرنے میں ہوتا ہے۔ اور جو مرضی اور خوشی سے کئے ہوئے کام کے نتائج ہوتے ہیں۔ وہ جبر کے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے میں بجائے اس کے کہ محکمہ کے افسروں سے کہتا۔ ان ہی لڑکوں کو سکول میں رکھیں۔ جو شریعت کے احکام کی پابندی کرتے ہوں۔ میں نے چاہا۔ کہ خود

### بچوں کے ایمان کی آزمائش

کروں۔ جو میں نے کی۔ اور میں خوشی سے اعلان کرتا ہوں۔ کہ بچے اس میں کامیاب نکلے۔ اب مجھے امید ہے کہ ہماری جماعت کے وہ لوگ جو

### عمر رسیدہ

ہیں۔ جنہیں بچے نہیں کہا جا سکتا۔ اور بچوں کی نسبت زیادہ مضبوط نیت اور ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ ان بچوں کی تقلید میں یہ باتیں اختیار کریں گے۔ اگر وہ خود شروع میں قدم نہیں اٹھا سکے۔ تو اب بچوں کے ابتدا کرنے کے بعد ان سے پیچھے نہ رہیں گے۔ اور اسلام کے اس ظاہری حکم کی پابندی سے دریغ نہ کریں گے۔ جس کی خلاف ورزی ہر ایک کو نظر آ سکتی ہے۔ اور وہ اس قسم کے بہانوں کے نیچے پناہ نہ لیں گے۔ کہ

### ڈاڑھی رکھنا

روحانیت کے اصول میں داخل ہے کیونکہ جیسا کہ میں نے ایک خطبہ میں بتایا تھا۔ بیشک یہ بات اصول اسلام میں داخل نہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اور آپ کا فرمانا اصول اسلام میں داخل ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ جو لوگ احمدی ہو کر ڈاڑھی نہیں رکھتے۔ انہیں تنبیہ کیوں نہیں کی جاتی۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ایمان لاتا ہے۔ اور مجھے راستباز سمجھتا ہے۔ اسے

### میری شکل

دیکھ کر خود بخود ڈاڑھی رکھنے کا خیال پیدا ہوگا۔ اس میں کہنے کی ضرورت نہیں۔ بعض مسائل پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے متعلق جب تک بتایا نہ جائے۔ پتہ نہیں لگ سکتا۔ مثلاً ہم نہیں جانتے۔ حضرت مسیح موعود نے جھوٹ۔ خیانت۔ امانت کی کیا تعریف کی ہے۔ کیونکہ یہ باتیں دل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جب تک ان کا اظہار نہ ہو۔ پتہ نہیں لگتا۔ مگر ڈاڑھی رکھنا بالکل ظاہر بات تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ جو شخص میری شکل دیکھے گا۔ اس میں اگر اخلاص ہوگا۔ تو خود بخود میری شکل اختیار کر لے گا۔ اب جو شخص اس کے بعد بھی آپ کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا فتویٰ اس کے متعلق یہ موجود ہے۔ کہ اگر اخلاص ہوگا۔ تب ایسا کرے گا۔

627

اس کے بعد میں

### تمام جماعت کو مخاطب کر کے

یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اخلاق فاضلہ روحانی ترقیات کی طرح ایک اصل پر قائم ہیں۔ اور میں تو کہوں گا۔ خدا تعالےٰ نے دنیا کی

### ہر ترقی کیلئے ایک قانون

بنایا ہے۔ جب تک اس کی اتباع نہ کی جائے۔ کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خواہ روحانیت ہو۔ خواہ جسمانی صحت۔ خواہ علوم ہوں۔ خواہ اعمال۔ کچھ ہو۔ ہر ایک میں ترقی کرنے کا ایک گر ہے۔ جس کی پابندی ضروری ہے۔ وہ گر یہ ہے۔ کہ جس چیز کے حصول کی کوشش کرنی ہو۔ پہلے اس کی قدر و اہمیت کو سمجھا جائے۔ کیونکہ جب تک اہمیت کا پورا پورا احساس نہ ہو۔ اس وقت تک اس کے حصول کے لئے ایسی کوشش نہیں کی جا سکتی۔ کہ انسان ہر روکاوٹ کو دبا سکے۔ میرے نزدیک یہی ایک ایسا گر ہے۔ جس کی طرف توجہ نہ کرنے کی وجہ سے ۹۰ فیصدی لوگ اپنے مقصد میں ناکام ہوتے ہیں۔ اور خصوصیت سے میں نے اس کا شکار

### مسلمانوں کو دیکھا

ہے۔ کسی نے کہا ہے۔؎

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

مسلمانوں کو جو پاک تعلیم قرآن کریم نے دی تھی۔ شامت اعمال کے باعث اسی کی وجہ سے وہ گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے اعلےٰ اصول ایسے اعلےٰ عقائد اور ایسی خوبصورت تعلیم دی گئی ہے۔ کہ ہر مسلمان اس کے ذریعہ دیگر مذاہب پر فتح پا سکتا ہے۔ اور جیت سکتا ہے۔ مسلمانوں کو جب اس رنگ میں غلبہ حاصل ہُوا۔ تو انہوں نے اپنے اندرونی نقائص کے باعث یہ سمجھ لیا۔ کہ ہمیں کسی اور بات کی ضرورت نہیں رہی اسلام کی تعلیم جو اعلےٰ ثابت ہو گئی۔ اور ہم نے دوسرے مذاہب کی تعلیموں پر اس کی برتری ثابت کر دی۔ حالانکہ قرآن کریم اس لئے نہیں نازل ہُوا تھا۔ کہ مسلمان اس کے ذریعہ بحث میں فتح حاصل کیا کریں۔ نہ اس لئے نازل ہُوا تھا۔ کہ مسلمان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسے بحث ومباحثہ کا ہتھیار بنائیں۔ بلکہ وہ اپنے نازل ہونے کی غرض یہ بیان کرتا ہے۔ کہ بنی نوع انسان کو وہ علوم عقلیہ سکھائے۔ جن کی معرفت اور جن کے ذریعہ خدا تک پہنچ سکے ایسی ہدایات دے۔ جن سے نفس میں پاکیزگی پیدا ہو سکے۔ ایسی حکمتیں بتائے۔ جن کے ذریعہ عمل میں بشاشت پیدا ہو۔ اور جو قلب کو ایسا پاک اور مطہر بنا دیں۔ کہ وہ خدا کی صفات کا جلوہ گاہ اور مہبط کا کام دے۔ پس

## قرآن کے نزول کی چار غرضیں

ہیں۔ اور وہ یہ کہ (۱) عرفان کامل ہو (۲) عمل کامل ہو (۳) عقل کامل ہو۔ پھر (۴) عمل کامل ہو۔ پہلے عمل سے مراد ظاہری عمل ہے۔ اور دوسرے سے مراد تزکیہ نفس اور طہارت۔ گویا یہ دل کا عمل ہے۔ جو بعد میں حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دو قسم کی عملی ترقیاں ہوتی ہیں۔ اور دو قسم کی ذہنی۔ ذہنی ترقیاں تو یہ ہیں (۱) عرفان کامل ہو۔ (۲) عقل اور ذہن تسلی پائے۔ اور عملی ترقیاں یہ ہیں (۱) اعضاء کے اعمال کامل ہوں (۲) قلب کے اعمال کامل ہوں۔ گویا دو عقلی اور دو عملی ترقیاں ہیں۔ ان کے متعلق میں ان لوگوں سے جو

## سلسلہ احمدیہ سے تعلق

رکھتے ہیں۔ کہتا ہوں۔ اگر انہوں نے سلسلہ میں داخل ہو کر ان امور میں تغیر نہیں پیدا کیا۔ ان کے حصول میں کامیابی نہیں حاصل کی۔ تو قرآن کا نازل ہونا نہ ہونا ان کے لئے برابر ہے۔ ایسے شخص کو اس امر پر خوش ہونے کا کوئی حق نہیں۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم سب تعلیموں سے اعلیٰ ہے۔ اور اس کے ذریعہ وہ سب پر غلبہ پا سکتا ہے۔

افسوس کہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں۔ کہ چونکہ ہم نے قرآن کو خدا کو اور خدا کے رسول کو مان لیا ہے۔ اس لئے ہمیں ایسی فضیلت حاصل ہو گئی ہے۔ کہ کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیم جس کے ذریعہ وہ دوسروں پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ وہی ان کو

## غافل کرنے کا باعث

بن گئی۔ اس تعلیم کی وجہ سے وہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں بہت بڑی فضیلت حاصل ہو گئی۔ حالانکہ فضیلت اس شخص کو نہ ملی۔ جو اس تعلیم کو پیش کر کے جیت گیا۔ بلکہ اس تعلیم کو فضیلت ہوئی جس نے غلبہ حاصل کیا۔ اس شخص کو تو فضیلت تب ملتی۔ جب اس کا اپنا عمل بھی دوسرے مذاہب کے لوگوں سے اچھا ہوتا۔ مثلاً قرآن کریم کہتا ہے۔ جھوٹ نہ بولو۔ اب اگر ایک مسلمان جھوٹ بولتا ہے۔ مگر ایک ہندو نہیں بولتا۔ تو مسلمان کو اس لئے ہندو پر فضیلت حاصل نہ ہو گی۔ کہ قرآن کریم میں جھوٹ کی ممانعت لکھی ہے۔ بلکہ ہندو کو اس مسلمان پر اس بارے میں فضیلت ہو گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص قرآن کریم کی تعلیم کو پیش کر کے جیت جاتا ہے۔ تو یہ قرآن کریم کی تعلیم کی فضیلت ہے۔ نہ کہ اس شخص کی۔ اگر دیانت میں امانت میں اخلاق میں غیر مذہب کا شخص ایک مسلمان سے اعلیٰ ہے۔ تو وہ اسی سے بہتر ہو گا مگر مسلمانوں کو

## اپنے اخلاق کی اصلاح

کرنے میں ایک یہ بات روک ہو گئی۔ کہ انہوں نے سمجھ لیا۔ جب قرآن کریم کی تعلیم سب سے اعلیٰ ہے۔ تو یہی بات ہماری فضیلت کے لئے کافی ہے۔ ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ اس وجہ سے وہ اپنے اخلاق کی درستی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

دوسرے ایک اور اعلیٰ درجہ کی قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ جو انسانوں کو پاکیزہ کرنے اور خدا کے محبوب بنانے کے لئے آئی ہے۔ اس کے غلط استعمال سے بھی گمراہ ہو گئے ہیں۔ وہ

## شفاعت کی تعلیم

ہے۔ شفاعت کے معنی ایک کو دوسرے سے جوڑ دینا ہیں شفع دو کو جوڑ دینے کو کہتے ہیں۔ اور شفیع اسے جو کسی کو اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ تو شفاعت کا یہ مطلب تھا۔ کہ ایک ایسا مسلمان جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ بننے کی پوری پوری کوشش کرے گا۔ اس میں اگر بعض نقص بھی رہ جائیں گے۔ جن کی وجہ سے وہ باوجود کوشش اور محنت کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوڑا نہ بن سکے۔ تو آپ اس کے متعلق فرمائیں گے۔ کہ یہ میرا جوڑا ہے۔ گو اس میں بعض نقائص رہ گئے ہیں۔ مگر اس نے چونکہ کامل ہونے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسے میرے ساتھ رکھا جائے۔ یہ مفہوم ہے شفاعت کا۔ کہ بعض لوگ جو سچی کوششوں کے باوجود بعض کمزوریوں اور نقائص کے باعث یا موت کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل نمونہ نہ بنا سکیں گے۔ اور اس امر کی کوشش کرتے ہوئے میدان جنگ میں مارے جائیں گے۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے متعلق کہیں گے۔ ان کو میرے ساتھ فاتحین میں شامل کیا جائے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شخص کے متعلق یہ کہیں گے۔ خدا تعالیٰ اسے منظور کرے گا۔

یہ ہے شفاعت

لیکن مسلمانوں میں اس مسئلہ کو غلط طریق پر سمجھنے کی وجہ سے یہ نتیجہ پیدا ہوا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ جو جی چاہے کرو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کر کے بخشوا لیں گے۔ ان کے نزدیک مسلمان سب سے بدترین اخلاق رکھیں۔ ہر قسم کے عیوب میں مبتلا ہوں۔ ہر قسم کی بدکاریوں کا ارتکاب کریں۔ کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ؎ مستحق شفاعت گناہگاراں اند

اگر ہم گناہگار نہ ہونگے۔ تو پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کس کی کریں گے۔ تو وہ مسئلہ جس سے اسلام نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی تھی۔ کہ تم پاک ہونے کی اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کرو۔ گویا اس مسئلہ میں ہر ایک مومن کو

## مثیل محمدؐ

بننے کی کوشش کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ لیکن اب کہا جاتا ہے کہ ابوجہل بننا چاہیئے۔ تا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کر سکیں۔ اس خیال کی وجہ سے مسلمانوں میں مثیل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں۔ بلکہ مثیل ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ پیدا ہو رہے ہیں۔ جس پر کہنا پڑتا ہے ؎

اے روشنئ طبع تو برمن بلا شدی

## قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیم

جو مسلمانوں کو پاک اور مطہر کرنے کے لئے آئی۔ وہ تعلیم جس کی وجہ سے انہیں دیگر مذاہب پر فتح حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ سے کہتے ہیں۔ ہم کامل ہو گئے۔ ہمیں کسی چیز کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وہ شفاعت کی تعلیم جو ہمت بندھانے اور حوصلہ بلند کر کے

## محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بروز

بنانے کے لئے آئی تھی۔ وہ بھی ان کی تباہی کا موجب ہو گئی۔ ان دو باتوں کا نتیجہ یہ ہوا (اس زمانہ سے جب سے کہ مسلمان بگڑے پہلے مسلمان تو ان سے وہی فائدہ حاصل کرتے رہے۔ جو ان سے مقصود تھا) کہ اخلاق فاضلہ کی طرف مسلمانوں کی بالکل توجہ نہیں رہی۔ کس قدر افسوس اور رنج کی بات ہے۔ کہ آج

## مسلمان ہر بات میں دوسروں سے پیچھے

ہیں شستہ اور اعلیٰ اخلاق میں مسلمان پیچھے ہیں۔ تجارت میں مسلمان پیچھے ہیں۔ ایک ہندو تاجر پر اعتبار کیا جا سکتا ہے ایک سکھ تاجر پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ ایک انگریز تاجر پر بہت زیادہ اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر نہیں کیا جا سکتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو مسلمان ناجائز ہیں۔ اسی طرح ملازمتوں میں ہندو، سکھ، عیسائی پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مسلمان ملازم پر نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان کی بدبختی اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کہ انہیں عیب کرنا کبھی نہیں آتا۔ ایک ہندو اگر رشوت لے گا۔ تو اپنا پہلو بچا کر۔ لیکن مسلمان ایسے رنگ میں لے گا۔ کہ اپنے آپ کو تباہ کرلے گا اسی طرح ایک ہندو اپنی قوم کی مدد کرے گا۔ تو ایسے طریق سے کہ کسی گرفت میں نہ آسکے۔ لیکن اگر ایک مسلمان مدد کریگا۔ تو اپنے آپکو پھنسا لے گا۔ پس

## مسلمانوں کا نیکی کرنا

تو الگ رہا۔ انہیں بدی کرنا بھی نہیں آتا۔ سیاسی لیڈروں کو ہی لے لو۔ ایک بھی مسلمان لیڈر ایسا نہیں۔ جو دنیا میں کچھ وقعت رکھتا ہو۔ خود مسلمان یہ کہتے ہیں۔ کہ گاندھی جی عقل اور اخلاق میں تمام دنیا کے لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اعلیٰ اخلاق ہی مذہب کی پہلی سیڑھی ہیں۔ اگر گاندھی جی کے اخلاق تمام دنیا کے مسلمانوں سے اعلیٰ ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب تو نہیں۔ کہ ان کا مذہب بھی سچا ہے۔ مگر یہ ضرور ہے۔ کہ پھر روحانیت کسی مسلمان میں نہیں ہے۔ ابھی بنگال کے بہت بڑے لیڈر

## مسٹر سی۔ آر۔ داس

فوت ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو خود اعتراف تھا۔ کہ کوئی مسلمان عقل اور سمجھ اور اخلاق کے لحاظ سے ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ بات یہ ہے۔ کہ ہندو لیڈروں کی باتوں میں سنجیدگی اور متانت ہوتی ہے وہ کوئی ایسی بات نہیں کہتے۔ جس میں چھچھورا پن پایا جائے۔ انہیں اپنی غلطی پر اصرار نہیں ہوتا۔ گاندھی جی کو کبھی اس بات پر مصر نہ پاؤ گے۔ کہ وہ کہیں میں ضرور صحت پر ہوں۔ باوجود اس کے کہ سوراجیہ کے لئے سب سے زیادہ کوشش کرنے والے وہ ہیں۔ کہتے ہیں۔ اگر انگریزوں سے صلح کا کوئی طریق نکلے۔ تو میں صلح کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر

## مسلمان لیڈر

سوائے دھمکی دینے اور ڈرا دھمکانے کے اور کچھ جانتے ہی نہیں۔ مجنونوں کی طرح کہتے رہتے ہیں۔ کہ ہم یوں کریں گے۔ ہم دوں کر دینگے۔ اور پیچھے کچھ بھی نہیں کرتے۔ مثلاً مسلمان لیڈروں کی طرف سے پہلے کہا جاتا تھا۔ کہ اگر خلافت ٹرکی کا معاملہ ہمارے خیال کے مطابق طے نہ ہوا۔ تو گورنمنٹ برطانیہ کو پتہ لگ جائیگا۔ ہم کیا کرسکتے ہیں۔ لیکن جب گورنمنٹ نے وہی کیا۔ جو اس کا منشا تھا۔ البتہ اتنا کر دیا۔ کہ ہم نے ترکوں کے لئے جن مطالبات کو جائز اور مناسب بتایا۔ وہ منظور کر لئے گئے۔ تو مسلمانوں نے کچھ بھی نہ کیا۔

اور آخر جب ترکوں نے خود ہی خلافت کو اڑا دیا۔ تو مسلمان یہ کہنے لگ گئے کہ جس قسم کی پارلیمنٹ مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت کو اڑا کر بنائی ہے یہ دراصل وہی خلافت ہے۔ اور ہماری خلافت سے مراد اسی قسم کی خلافت تھی۔ مگر یہ ان کی مراد ایسی ہی تھی جیسی ایک دفعہ

## پیر جماعت علی شاہ صاحب

نے اپنی مراد بیان کی تھی۔ انہیں مجھ سے کچھ کام تھا۔ انہوں نے میرے لئے چائے بنوا کر منگائی۔ اور کشمش وغیرہ کھانے کے لئے پیش کئے۔ چونکہ مجھے نزلہ تھا۔ اس لئے میں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اس پر کہنے لگے جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے کھانے پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ بات آپ نے پہلے کیوں نہ بتائی۔ جب ہم لاہور سے روانہ ہونے لگے تھے۔ آپ اگر اس وقت بتاتے۔ تو ریل کے ٹکٹ کا خرچ خواہ مخواہ برداشت نہ کرنا پڑتا۔ اگر تقدیر میں ہوتا۔ تو ہم خود بخود اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاتے کہنے لگے۔ تدبیر بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔ نزلہ کی حالت میں ترش چیزیں نہ کھانا بھی تدبیر ہی ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ تقدیر کے ذکر سے میری مراد بھی یہی تھی۔ تو

## مسلمانوں کے لیڈروں کی مراد

اسی طرح خلافت سے مجلس شوریٰ تھی۔ جس طرح پیر جماعت علی صاحب کی تقدیر سے مراد تدبیر تھی۔ اب مسلمان لیڈر یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر حاجی حج کئے بغیر واپس آگئے۔ تو پھر حکومت کو پتہ لگ جائے گا۔ کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر بیہودگی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ انگریزوں سے کہا جائے۔ کہ وہ اپنی قوت اور طاقت کے ذریعہ اس معاملہ میں دخل دیں۔ اس کا مطلب تو

## اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کاٹنا

ہے۔ کیونکہ اگر انگریز آج اس معاملہ میں دخل دینگے۔ تو پھر ہمیشہ کے لئے ان کا حق ہو جائے گا کہ دخل دیتے رہیں۔ ہماری رائے تو اس بارے میں یہ ہے۔ ہم انگریزوں سے یہ کہدیں۔ کہ تم پرے بیٹھے رہو۔ تم اس معاملہ میں دخل نہ دو۔ یہ ہمارا مذہبی معاملہ اور ہمارے مقامات مقدسہ سے تعلق رکھنے والا معاملہ ہے۔ تمہارا اس معاملہ میں کچھ بھی دخل ہم گوارا نہیں کرسکتے۔ یہی بات سب مسلمانوں کو کہنی چاہیئے تھی۔ مگر

## خدا تعالیٰ مجرموں کو پکڑتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض منذر الہامات جب پورے ہوتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ ان پر احمدیوں کو خوشی منانی چاہیئے مثلاً کابل میں جب ہمارے آدمی مارے گئے۔ اور لکھا گیا۔ کہ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی تھی۔ تو انہوں نے کہا۔ احمدیوں کو اس موقعہ پر خوش ہونا چاہیئے۔ کہ ان کے نبی کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ نہ کہ اظہار رنج و غم کرنا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں۔ آج بھی انہیں خوشی کرنی چاہیئے۔ کہ امیر علی کی وجہ سے حج میں مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔ اور حج کا رکنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔ اب کیوں چیخنے چلاتے ہیں۔ اور کیوں یہ پیشگوئی انہیں بھول گئی ہے۔ دراصل یہ

## خدا تعالےٰ کی طرف سے گرفت

ہے۔ ہر وہ حملہ جو یہ لوگ ہم پر کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان پر عائد کر دیتا ہے۔ اب اگر حج نہ ہوا۔ اور حاجی واپس آگئے۔ تو ہم ہی نہیں جانتے۔ یہ لوگ خود بھی جانتے ہیں۔ کہ ان سے پھر بھی کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ اپنی دھمکیوں کو کسی اور موقع کیلئے اٹھا رکھینگے یعنی پھر اس وقت کہیں گے۔ اگر یہ ہوا۔ تو ہم یہ کر دینگے۔ مجھے ان کی اس قسم کی

628

## دھمکیوں کی مثال ایک واقعہ میں

نظر آتی ہے۔ جو میں نے ۱۰۔۱۲ سال کی عمر میں دیکھا تھا۔ میں بازار میں سے گذر رہا تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ دو ہندو لڑ رہے ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں ترازو ہے۔ اور دوسرے کے ہاتھ میں پنسیری۔ ایک ایک دوکان پر کھڑا تھا۔ اور دوسرا دوسری دکان پر۔ ایک کہے اب گالی دو۔ تو تمہارا سر توڑ دونگا۔ دوسرا کہے۔ ہاں گالی دوں گا۔ مگر گالی دے نہ۔ چونکہ میرا بچپن کا زمانہ تھا۔ مجھے شوق تھا۔ کہ لڑائی ہوتی دیکھوں۔ اس لئے دیر تک ان کی یہ باتیں سنتا رہا۔ مگر وہ باتوں سے آگے نہ بڑھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں اپنی اپنی دوکانوں میں گھس گئے۔ اس وقت پھر ایک نے دوسرے کو گالی دی۔ جسے گالی دی گئی تھی۔ وہ بڑے جوش کے ساتھ پنسیری اٹھائے پھر باہر آیا۔ اور کہنے لگا۔ اب گالی دو۔ تو مزا چکھاؤں حالانکہ اگر وہ کچھ کرسکتا۔ تو جب دوسرے نے اس کا پہلا چیلنج منظور کر لیا۔ اور اسے گالی دی تھی۔ وہ کچھ کر لیتا۔ مگر پھر اس نے یہی کہنا شروع کر دیا۔ کہ اب گالی دو۔ تو بتاؤں۔ اسی طرح تھوڑی دیر شور مچا کر پھر بیٹھ گئے۔ اس وقت پھر اس نے گالی دی۔ اور پھر دوسرا غصہ سے لال پیلا ہو کر کہنے لگا۔ اب گالی دو۔ تو مزا چکھاؤں۔ ان کی اس قسم کی باتوں پر اس وقت مجھے اتنا غصہ آئے۔ کہ کوئی صورت ہو۔ تو میں خود انہیں گتھم گتھا کر دوں۔ مجھے ان کا یہ طریق بہت برا لگتا تھا۔ اس وقت بھی میں یہی چاہتا تھا۔ کہ انہیں اگر کچھ کرنا ہے۔ تو کریں۔

## فضول دھمکیاں

دینے کا کیا فائدہ۔ اسی طرح اب بھی مجھے مسلمانوں پر غصہ آتا ہے [illegible] نے پھر کہا۔ مگر انہوں نے کچھ نہ کر کے دکھایا۔ سوائے اس کے کہ مسلمانوں کی ان دھمکیوں سے بے عزتی اور بے حرمتی ہوئی۔ وہ ذلیل اور حقیر خیال کئے گئے۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ سفر یورپ کے دوران میں میں نے کسی یورپین کے منہ سے کسی

## مسلمان لیڈر کی تعریف

نہیں سنی۔ مگر متعدد انگریزوں۔ فرانسیسیوں۔ اٹالین کو ہندو لیڈروں کی تعریف کرتے دیکھا۔ اگر مسلمان بے دست و پا اور کمزور ہیں۔ تو ہندوؤں کے پاس کونسی تلوار ہے۔ لیکن انکی تعریف کرنے والے لوگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موجود ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ دنیا عقلمندی اور ذہانت کی تعریف کرتی ہے۔ ہندوؤں نے چونکہ ایک حد تک کام کو عقل سے چلایا ہے۔ اس لئے ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ مگر مسلمانوں کی ہر جگہ مذمت ہو رہی ہے۔ یہ نتیجہ ہے۔ اس بات کا کہ مسلمانوں نے اخلاق کو سٹڈی نہیں کیا۔ ہر قوم اعلےٰ اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر مسلمان صرف اس امر پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم سب سے اعلےٰ ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ اب سچائی۔ دیانت۔ امانت ان کے اندر نہیں۔ ان کا کوئی فعل اور کوئی کام متانت اور سنجیدگی کو لئے ہوئے نہیں۔ ان کی کسی بات سے عقل و خرد کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور وہ ایسی

## معجون مرکب

بن گئے ہیں۔ جسے نہ نگلا جائے نہ تھوکا جائے۔ قرآن کریم کی تعلیم لوگوں کو اپنی خوبی اور صداقت کے ذریعہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ لیکن جب وہ لوگ مسلمانوں کے پاس آتے ہیں۔ تو ان کے بد نمونہ کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔

غرض اس بات کا نتیجہ نہایت مہلک نکلا ہے۔ کہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم اور شفاعت کا نہایت اعلیٰ مسئلہ جو ترقی کی طرف لے جانے والا تھا۔ اس سے مسلمانوں نے ٹھوکر کھا کر اپنے آپ کو ہر پہلو میں کمزور بلکہ قابل نفرت بنا لیا ہے۔ اور یہ بات ان کی تباہی کا موجب ہو گئی ہے۔ کہ انہوں نے

## اخلاق کی اہمیت

کو نہیں سمجھا۔ میں اپنی جماعت کو اس وقت اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اعلےٰ اخلاق کی اہمیت کو سمجھیں۔ کیونکہ اہمیت سمجھے بغیر کوئی تعلیم کوئی کام اور کوئی عمل فائدہ نہیں دے سکتا۔ مثلاً اگر کسی شخص کو احمدی ہوتے وقت یہ احساس نہیں ہوتا۔ کہ احمدی ہونے کے بعد مجھے کئی قسم کی قربانی کرنی پڑے گی۔ تو وفات مسیح یا نبوت مسیح موعود یا الہام کے مسئلہ میں اس کا مخالفوں پر غلبہ پا لینا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اگر اس کے اعمال پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے اسے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک مسلمان کے اعمال اچھے نہیں ہیں تو اسے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے کیا فائدہ۔ اور میں تو کہوں گا۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے۔ اور دنیا میں کوئی تغیر کئے بغیر چلے جاتے۔ تو آپ کی اس سے بڑھ کر کیا حقیقت ہوتی۔ جو آندھی یا بارش کی ہوتی ہے۔ بارش اور آندھی پھر بھی کچھ نہ کچھ اثر کرتی ہے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کچھ تغیر نہ کرتی۔ تو اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی۔ اس تغیر اور اثر کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ سینکڑوں سال تک

## برائی اور بدی کی بیخ کنی

ہو گئی۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے سے دنیا میں ایسی رو نہ چلے۔ جو برائیوں کو بہا کر لے جائے۔ تو آپ کے آنے اور آپ کو ماننے سے کیا فائدہ۔ اور یہ رو اس وقت تک نہیں چل سکتی۔ جب تک آپ کو ماننے والا ہر فرد یہ نہیں سمجھتا۔ کہ اخلاق فاضلہ بھی چیز ہے۔ جو روحانیت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے اگر کوئی شخص اخلاق فاضلہ حاصل نہیں کرتا۔ تو اس کے احمدی ہونے کا نہ خود اسے کچھ فائدہ ہے۔ اور نہ وہ جماعت کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ پس

## سب سے پہلے

ہر ایک احمدی کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ کہ وہ اخلاق فاضلہ کی اہمیت سمجھے۔ ورنہ اس کا احمدی ہونا بے فائدہ ہے۔ پھر یہ ہے۔ کہ نہ صرف اپنے اخلاق کی درستی کا خیال رکھے۔ بلکہ دوسروں کی طرف بھی دیکھے۔ کہ ان کے اخلاق بھی اعلےٰ ہوں۔ کیونکہ جب تک سب لوگوں کے اخلاق اعلیٰ نہ ہوں۔ دوسروں پر خاص امتیاز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کسی کے لئے خوشی کی بات نہیں ہو سکتی کیا کبھی ایسا شخص ہنستا دیکھا ہے۔ جس کی آنکھ دکھتی ہو اور وہ یہ کہے میرا جسم نہیں دکھتا۔ اس لئے میں خوش ہوں۔ اسی طرح اگر جماعت میں ایک فرد بھی کمزور ہو۔ تو اس کا

## ساری جماعت پر اثر

پڑے گا۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تمام انسان ایک جسم کے اعضاء کے طور پر ہیں پس اگر ایک کو تکلیف ہو گی۔ تو دوسرے کو بھی ہو گی۔ اور کوئی ایسی جماعت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جو یہ نہیں دیکھتی۔ کہ اس کے سب کے سب افراد ایک معیار تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یا نہیں

## حضرت مسیح موعود کے آنیکی خوشی

تبھی ہو سکتی ہے۔ جب ہم اخلاق میں۔ اعمال میں۔ سچائی میں۔ دیانت میں۔ زہد و پرہیزگاری میں خوش خلقی میں حقوق العباد ادا کرنے میں دوسروں سے امتیاز رکھتے ہوں۔ جب تک ایک احمدی میں یہ باتیں نہیں پیدا ہوتیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کا اسے فائدہ پہنچا۔

## احمدی بننے کا سب سے پہلا نتیجہ

یہ ہونا چاہئے۔ کہ ہر رنگ میں اعلےٰ نمونہ بننے کا خیال پیدا کرو۔ جب یہ خیال پیدا ہو گا۔ تو وہ ایک بیج کی طرح ہو گا جس سے آگے عمل پیدا ہو گا۔ اگر کسی میں عمل پیدا نہیں ہوتا۔ تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس میں خیال ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر خیال ہو گا۔ تو عمل بھی ضرور پیدا ہو گا۔ بے شک

## ایمان نجات کا باعث

ہوتا ہے۔ مگر وہی ایمان جو اتنا مضبوط ہوتا ہے۔ کہ اس کے بعد انسان عمل سے رک ہی نہیں سکتا۔ اور ایسے لوگ اخلاق فاضلہ چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ اور وہ صرف اپنے ہی اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے۔ بلکہ اس وقت تک انہیں اطمینان نہیں آتا۔ جب تک دوسروں کے اخلاق کی اصلاح نہیں کر لیتے۔ عام لوگ ایسے امور کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ جو گناہ نہیں ہوتے۔ اور اگر گناہ ہوتے ہیں۔ تو ان کی ذات سے تعلق نہیں رکھتے۔ مگر جن اخلاق اور عادات کے متعلق انہیں قربانی کرنی پڑتی ہے۔ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ انہیں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور انہی کی طرف توجہ نہ کرنے سے

## بنی نوع انسان کی ترقی میں نقائص

پیدا ہو جاتے ہیں۔ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے وہ اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتے۔ اور تنکوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ ہمارے دوستوں کو چاہئے۔ کہ اس طرف توجہ کریں۔ اور اب اس بارے میں غفلت نہ کریں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ

## بحیثیت جماعت

ہم نے کوئی خاص نمونہ نہیں دکھایا۔ اب بھی اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی۔ تو ہمارے لئے تبلیغی میدان بند ہو جائیں گے۔ اور یہ مٹھی بھر جماعت جو اس وقت ہے خدانخواستہ مفقود ہو کر ہم ایک خطرناک گناہ کے مرتکب ہونگے۔ اس کا وبال دجال کے لئے نہیں۔ بلکہ ہمارے لئے ہو گا۔ کہ وہ تعلیم جسے خدا تعالےٰ نے دنیا کی نجات کے لئے بھیجا۔ اس کے بند کرنے اور اس پر پردہ ڈالنے والے ہم ہونگے۔

اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کے سب لوگوں کو توفیق دے۔ کہ

## غفلت کو چھوڑ دیں

اور آئندہ کے لئے پختہ وعدہ کریں۔ کہ اپنی دیانت امانت سچائی۔ حسن سلوک اور اعلےٰ اخلاق کا ایسا نمونہ دکھائینگے کہ لوگ تسلیم کریں۔ کہ فی الواقع حضرت مسیح موعود کے آنے سے احمدیوں کو نفع اور فائدہ ہوا ہے۔

(منشی عبدالرحمٰن صاحب کشمیری تاجر و پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا)